

طلاق اور عدت کے مسائل

قرآن مجید کی روشنی میں

مولانا محمد شہاب الدین عمدی پھول سکریٹری فرقا نیک ایڈمی ٹریسٹ جھنگورہ
(۴)

۱۶۔ عورتوں کو اپنی پسند کے مطابق نکاح کا حق ہے۔

۱۔ غرض آیت (۲۴۰۲) میں کہا جا رہا ہے کہ طلاق دے چکنے کے بعد مطلقہ عورتوں کی عدت پوری ہو جائے اور پھر وہ اپنی پسند کے مطابق کسی نئے شخص سے یا سابقہ شوہر ہی سے دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو پھر ان کو مت روکو، جب کہ وہ معروف طریقے سے باہم رضا مند ہوں۔ اسی میں تمہارے لئے بہتری ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس صورت میں اُن کے لئے بہتری اور اچھا انجام مقدر کر رکھا ہو۔

چنانچہ حدیث کی متعدد کتابوں میں ایک صحابی معقل بن یسار کی یہ بھی کایہ واقعہ مذکور ہے کہ انہوں نے اپنی بہن کا نکاح اپنے چچا زاد بھائی سے کر دیا تھا۔ مگر چند دنوں کے بعد اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے کر چھوڑ دیا یہاں تک کہ اس صورت کی عدت گزر گئی۔ پھر دوبارہ اس نے نکاح کا پیغام بھیجا تو

معتقل بن گیا اور اس سے بڑی غیرت آئی اور کہا کہ اس نے میری بہن کو چھوڑ دیا
ملائکہ وہ اس پر قابض تھا اور اب دوبارہ عیناً بھیج رہا ہے، تو انھوں نے
اس کا پیغام رد کر دیا۔ مگر چونکہ وہ عورت بھی اُسی شخص سے دوبارہ نکاح
کرنے پر راضی تھی، اس لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
ہ وسلم نے معتقل کو بلا کر انہیں یہ آیت سنائی تو اس کی غیرت دور ہوئی اور
انہوں نے اللہ کے حکم کی پیروی کی۔ ۱۱۳

اس حکم سے یہ مسئلہ ٹھکانا ہے کہ رباغ اور خالص کر شوہر دیدہ) عورت
اپنی پسند کے مطابق نکاح کر سکتی ہے۔ اور عورت کے ولی (سرپرست) کو جائز
نہیں ہے کہ اس کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر برکتی کسی سے کر دے۔

اور اضافہ ہے اس سے استدلال کیا ہے کہ رباغ عورت اپنا نکاح اپنے
ولی کی اجازت کے بغیر خود کر سکتی ہے۔ کیونکہ اس آیت میں نکاح کرنے کی نسبت
عورتوں کی طرف کی گئی ہے۔ (اور وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو پھر ان کے درمیان
رکاوٹ نہ ڈالو کہ وہ اپنے (زیر تجویز) شوہروں سے نکاح کر لیں۔ جیسا کہ یہ
بائش سابق آیات میں بھی مذکور ہے اور ان مقامات میں ولی کا تذکرہ موجود
نہیں ہے۔ ۱۱۴

﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمْسُوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا
لَهُنَّ فَرْصَةً ۚ وَ مَتَّعُوهُنَّ عَلَى الْمَوْسِعِ قَدْرُهُ ۚ وَعَلَى الْمُقْتِرِ

۱۱۳۔ بخاری ۶/۱۸۳، مطبوعہ استانبول، البدو اور ۲/۵۶۹-۵۷۰، نیز

ترمذی، نسائی، ابن ماجہ،

۱۱۴۔ دیکھئے تفسیر قرطبی ۳/۱۵۹ اور تفسیر کبیر ۶/۱۱۳-۱۱۴

تَذَرُكُمْ مَكَامًا بِالْعُرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ (۲۳۵) مَرَاتٍ
 طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فِئَةً
 فِيمَنْتُمْ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بَيْنَهُمَا
 أَلْتِمَاسُ ۚ وَأَنْ تَعْفُوا أَكْرَبُ لِلشَّعْوَىٰ وَلَا تَقْسُوا الْفُسْطَاقَ بَيْنَكُمْ
 إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (۲۳۶) وَلِلْمُطَلَّقاتِ مَكَّامٌ بِالْمَعْرُوفِ
 حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ (۲۳۷) كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ
 تَعْقِلُونَ (۲۳۸) (سورۃ بقرہ ۶)

ترجمہ :- تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم عورتوں کو ہاتھ لگانے (یعنی جماع کرنے) اور مہر مقرر کرنے سے پہلے ہی طلاق دے دو۔ (ایسی عورت میں) ان کو کچھ تحفہ دو۔ امیر اپنی حیثیت کے مطابق اور غریب اپنی حیثیت کے مطابق معروضہ طریقہ سے دے۔ نیک لوگوں کو ایسا مزدور کرنا چاہئے (۲۳۶) اور اگر ہاتھ لگانے سے پہلے ان کو طلاق دید و جب ان کا مہر مقرر ہو چکا ہے تو اس صورت میں مقررہ مہر کا آدھا حصہ دینا ہوگا (اور تحفہ لازم نہیں ہوگا) مگر یہ کہ عورتیں خود ہی (انکسیر) معاف کر دیں یا وہ شخص معاف کر دے جسے نکاح باندھنے کا اختیار ہے۔ اور معاف کرنا پر ہیز گاری سے زیادہ قریب ہے۔ (لہذا) باہم ایک دوسرے پر احسان کرنے سے مت چو کو (مثلاً عورت آدھا مہر بھی چھوڑ دے یا مرد پورا مہر دیدے) بے شک اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔ (۲۳۷) اور طلاق والیوں کو رواج کے مطابق تحفے کا یہ لازم ہے کہ ہیز گاروں پر (۲۳۸) اسی طرح اللہ اپنے احکام تمہارے لئے بیان کرتا ہے تاکہ تم مان باتوں کو اچھی طرح سمجھ لو۔ (۲۳۸)

شرعی احکام و مسائل

۱۷۔ مہر اور طلاق کا ایک ضابطہ

اسلامی شریعت کے مطابق جس طرح پہلے سے مہر مقرر کر کے نکاح کرنا صحیح ہے اسی طرح بغیر مہر مقرر کئے نکاح کرنا بھی درست ہے۔ اور جس طرح نکاح کرنے اور عورت سے مہاشدیت کر چکنے کے بعد طلاق دینا صحیح ہے۔ اسی طرح مہاشدیت کرنے سے پہلے ہی طلاق دینا صحیح ہے۔ اور مذکور پہلی دو آیتوں سے ہی دو اہم مسئلے ذیل میں کشیں کرنا مفقود ہے۔

۱۸۔ بلاوجہ طلاق دینا سخت ناپسندیدہ ہے۔

تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم عورتوں کو ہاتھ لگانے اور مہر مقرر کرنے سے پہلے ہی طلاق دیدو۔ اس قسم کی آیات سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح طلاق دینا بالکل جائز ہے اور اس طرح طلاق دینے والے پر کسی میں قسم کا گناہ نہیں ہوگا۔ تو یہاں پر یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ قرآن مجید کو اس موقع پر طلاق کے اسباب و عوامل سے کوئی غفلت نہیں ہے۔ بلکہ اس کے اسباب و وجوہات جو بھی ہوں وہ ان سے تعرض کئے بغیر صرف ان مسئلوں میں جواز ثابت کرنا ہے۔ مطلب یہ کہ معاشرتی اعتبار سے ایسے واقعات پیش آسکتے ہیں جس کی بنا پر ایک شخص کسی خاص سبب اور خاص وجہ کی بنا پر نکاح کرنے کے فوراً بعد طلاق دینے پر مجبور ہو سکتا ہے۔ لہذا اسلام کا شریعت میں اس کی وضاحت ضروری تھی کہ تب ایسی صورت حال پیش آجائے تو کیا کوئی طلاق دے سکتا ہے یا نہیں؟ تو اس کے جواز کو ثابت کرنے کی غرض سے

ان آیات میں اس کا بیان کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی شخص نکاح کرنے کے
فورا بعد طلاق دینے کی حماقت تو نہیں کرے گا بلکہ اس قسم کا اقدام کسی غیر معمولی
سبب کی نشاندہی کرنے والا ہوتا ہے۔ مگر قرآن اس قسم کے اسباب کی نشاندہی
کئے بغیر محض صورت واقعہ کو تسلیم کر کے ایک مسئلہ کا حکم بتا رہا ہے۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ بلاوجہ طلاق دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ تو اس کی وضاحت
حدیثوں میں کی گئی ہے کہ نکاح کے بندھن کو بغیر کسی سبب کے توڑنا اللہ کے
نزدیک سخت ناپسندیدہ بات ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحَلَّ اللَّهُ وَشَيْئًا أُبْغَضَ
إِلَيْهِ مِنَ الطَّلَاقِ :-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے جن چیزوں کو حلال قرار دیا
ہے ان میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز اس کے نزدیک طلاق ہے۔
نکاح کا اصل مقصد گناہ سے بچنے اور پاکدامنی کی زندگی گزارنے کی غرض سے
عورت کو ہمیشہ کے لئے اپنا رفیق زندگی بنانے کا ارادہ کرنا ہے تاکہ اس کے
ذریعہ دین و دنیا کی بھلائیاں اور روائے الہی حاصل ہو۔ یہ نہیں کہ محض چند
دنوں کے لئے عورت سے لطف اٹھانے کی غرض سے نکاح کیا جائے پھر اُسے
طلاق دے کر بھٹکا کر دیا جائے۔ ایسا کرنا سخت گناہ اور معاشرتی فساد کا
باعث ہے، اور اس قسم کے فعل کی قرآن اور حدیث دونوں میں سخت مذمت
کی گئی ہے۔ مثلاً سورۃ نسا میں فرمایا گیا ہے۔

أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسْفِحِينَ ۖ تَهَاوَمَ مَقْصُود

۳۹۔ سنن ابوداؤد ۲/۶۳۱ مطبوعہ مجلس سنی دارالافتاء مصر ۳/۴ مطبوعہ مصر

ستمبر ۱۹۸۹ء

۲۷

بہارِ دہلی

۱۔ فرج کو کے عفت قائم رکھنے والے بننا ہو، نہ کہ شہوت رانی کرنے والے

نسا۔ (نساء: ۳۴)

اور حدیث شریف میں مذکور ہے :- لَعَنَ اللّٰهُ الذَّ ذَّاقَيْنِ وَ الذَّ ذَّاقَا
لِطَعْنَتِ كَرَّةٍ بَنِي حِمَرَ اَعْمَاةٍ رَهْنِے والے مردوں اور ایسی ہی عورتوں پر۔

۱۔ مطلقہ عورتوں کی چار قسمیں

غرض عام طور پر لوگوں کے ذہنوں میں یہی مسئلہ رہتا ہے کہ کسی عورت
مہر مقرر کئے بغیر یا ”مہر مثل“ ادا کئے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ان
بات میں اس مسئلے کی شرعی حیثیت واضح کی گئی ہے۔ چونکہ ان آیات کی رو سے
ثابت ہوتا ہے کہ کسی عورت سے مہر مقرر کرنے سے پہلے بھی نکاح ہو سکتا ہے
مہر مقرر کرنے کے بعد بھی۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہوتا ہے کسی عورت کو
بغیر لگانے و صحبت کرنے سے پہلے بھی طلاق دی جا سکتی ہے اور ہاتھ لگانے
بعد بھی۔ اس طرح مجموعی اعتبار سے مطلقہ عورتوں کی حسب ذیل چار قسمیں
اوپر پائی ہیں۔

۱۔ وہ مطلقہ جس کا مہر مقرر نہ ہو اور اسے ہاتھ لگا بھی نہ لگایا گیا ہو۔

۲۔ وہ مطلقہ جس کا مہر تو مقرر ہو مگر اسے ہاتھ نہ لگایا گیا ہو۔

۳۔ وہ مطلقہ جس کا مہر بھی مقرر ہو اور اسے ہاتھ لگایا جا چکا ہو۔

۴۔ وہ مطلقہ جس کا مہر مقرر نہ ہو اور اسے ہاتھ لگایا جا چکا ہو۔

چنانچہ آیت ۲۳۶ میں پہلی قسم کی مطلقہ کا اور آیت ۲۳۷ میں دوسری

۱۵۔ تفسیر کبیر ۶/۳۵۱، تفسیر قرطبی ۳/۱۹۷

ستمبر ۱۹۸۹ء

۲۸

برہان دہلی

قسم کی مطلقہ کا بیان موجود ہے کہ اس دو قوی صورتوں میں شرعی حکم کیا ہے؛ تو اوپر مذکور چار آیتوں میں سے پہلی دو آیتوں میں پہلی اور دوسری قسم کی مطلقہ عورتوں کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ پہلی قسم کی مطلقہ کو مہر نہیں ملے گا بلکہ اس کے عومن میں کچھ تحفہ ملے گا جسے شریعت کی اصطلاح میں "متاع" یا "مُتْعہ" رطلاق کا تحفہ کہا جاتا ہے۔ اور دوسری قسم کی مطلقہ کو نصف مہر ملے گا۔

۲۰۔ مطلقہ کو تحفہ رطلاق کب ملے گا؟

غرض پہلی آیت (۱۳۶) کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ بغیر مہر مقرر کئے کسی عورت سے نکاح کرنا اور کسی وجہ سے اسے ہاٹھ لگنے سے پہلے ہی طلاق دے دینا جائز ہے۔ مگر اس صورت عورت کو "متاع" رتحفہ رطلاق دینا پڑے گا۔ یعنی اس کی دلداری کی خاطر بطور تحفہ کچھ دینا واجب ہے۔ کیونکہ ایسی عورت کو مہر نہیں ملتا جیسا کہ فرمان الہی ہے۔

اسلامی شریعت میں "تحفہ رطلاق" کی کوئی متعین مقدار نہیں ہے بلکہ مختلف فقہاء کے نزدیک اس کا معیار مختلف ہے اور اس کا سب سے کمتر درجہ تین کپڑے ہیں۔ اور اس کا سب سے اعلیٰ درجہ دو در قدیم کے معیار کے مطابق ایک خادم فراہم کرنا قرار دیا گیا تھا۔ مگر بہتر ہے کہ مرد اپنی حیثیت کے مطابق ایک صورت میں زیادہ سے زیادہ سخاوت کر کے عورت کی وحشت کو دور کرنے کی کوشش کرے، جیسا کہ قرآن کی اس تفسیر کا تقاضا ہے، "امیر اپنی حیثیت کے مطابق اور غریب اپنی حیثیت کے مطابق معروف طریقے سے دے" لہذا اگر کوئی ہزاروں روپے بھی دیرے نو وہ جائز ہے۔ مگر اسی سلسلے میں کوئی قانون یا ضابطہ نہیں بنایا جاسکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مرد کی حیثیت

پر معمول کیا ہے۔ اور مرد امیر بھی ہو سکتا ہے اور غریب بھی۔ لہذا ایسی عورت میں ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق دے اور مطلقہ کا دل نہ دکھائے۔

اس اعتبار سے یہ بھی اسلام کی حسن معاشرت اور اس کی بے نظمی و اخلاقی تعلیم کی ایک جھلک ہے کہ وہ کسی بھی صورت میں عورت کی ذلت کو گوارا نہیں کرتا۔ بلکہ ہر معاملے میں اس کے ساتھ نیکی، مروت اور حسن سلوک کی تلقین کرتا ہے۔

۲۱۔ عورت کو نصف مہر کب ملے گا؟

دوسری آیت (۲۳) میں اس مسئلے پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ مہر مقرر ہو چکے کے بعد اگر کسی عورت کو طلاق دینے کی نوبت آگئی تو اس صورت میں کیا کرنا چاہئے؟ تو قرآن فتویٰ دے رہا ہے کہ اس صورت میں مقررہ مہر کا نصف حصہ دینا پڑے گا۔ مثلاً اگر کسی نے دو ہزار روپے مہر مقرر کئے تھے تو اس صورت میں ایک ہزار روپے دینے پڑیں گے۔ اگر دس ہزار مقرر کئے تھے تو پانچ ہزار دینے ہوں گے۔ چونکہ مہر عورت کا ایک شرعی حق ہے اس لئے وہ سوائے پہلی صورت کے بقیہ تینوں صورتوں میں واجب رہتا ہے۔

۲۲۔ عورت کو پورا مہر کب ملے گا؟

مذکورہ بالا چار شکلوں میں سے تیسری شکل کے مطابق یعنی مہر مقرر ہو چکے اور مباحثت ہو جانے کے بعد اگر کسی نے طلاق دی ہے تو اس صورت میں پورا مہر دینا پڑے گا، جیسا کہ قرآن مجید میں ایک دوسری جگہ اس کی صراحت

کی گئی ہے۔

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَلَهُنَّ أَجُورَهُنَّ فَرِيضَةً
جن عورتوں سے تم نے لطیف صحبت اٹھایا ہے ان کے بندے ہوئے مہر
انہیں دے دو۔ (نسا: ۲۳)

اور چوتھی صورت میں جب کہ مہر تو مقرر نہیں تھا مگر صحبت ہو چکی تھی، ایسی حالت میں اگر کسی نے اپنی منکوحہ کو طلاق دیدی ہو تو اس وقت ”مہر مثل“ لازم آئے گا۔ اور مہر مثل اس مہر کو کہتے ہیں جو عورت کے قبیلے یا خاندان میں رائج ہو۔ اور غاص کر عورت کی بہنوں اور اس کی پھوپھیوں کا جو مہر ہو۔

۲۳۔ مطلقہ عورتوں کو کچھ تحفہ دینا چاہئے۔

آیت ۱۲۸ اس مسئلے پر روشنی ڈال رہی ہے کہ مطلقہ عورتوں کو رخصتی کے وقت مہر سے علاوہ بھی بطور تحفہ کچھ نہ کچھ دینا چاہئے۔ اور اکثر علما اور مفسرین کے نزدیک یہ حکم بطور استحباب ہے یعنی ایک اخلاقی فریضہ ہے) جب وجوب صرف ایک ہی قسم کی مطلقہ کے لئے ثابت ہوتا ہے، جس کا بیان اوپر آیت ۲۳۶ میں ہو چکا ہے۔

۱۔ یہی وہ آیت کریمہ ہے جسے بنیاد بنا کر سپریم کورٹ نے ۱۹۸۵ء میں۔
(شاہ بانو کیس کے سلسلے میں) ایک غلط فیصلہ دیا تھا۔ اور اس موقع پر تفصیل بحث کے لئے راقم سطوح کی صب ذیل دو کتابیں دیکھنی چاہیں۔

- ۱۔ سپریم کورٹ کا فیصلہ، حقائق و واقعات کی روشنی میں (اردو اور انگریزی میں)
- ۲۔ شریعت اسلامیہ کی جنگ، نفقہ مطلقہ کی روشنی میں۔

حاصل یہ کہ پہلی قسم کی مطلقہ کے لئے چونکہ مہر نہیں ہے اس کے لئے تحفہ (مناہ) واجب ہے، جب کہ بقیہ تین قسم کی مطلقہ عورتوں کے لئے مہر واجب ہے (کسی کو آدھا، کسی کو پورا اور کسی کو مہر مثل) لہذا ان کے لئے تحفہ واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔ اس بناء پر ہر شخص کو اس سلسلے میں خوش دلی اور حسن اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ وہ ایک ایسے ساتھی، اور رخصت کر رہا ہے جس سے وہ لطف اندوز ہو چکا ہے۔

چونکہ طلاق کا معاملہ انتہائی کشیدگی کے ماحول میں ہوتا ہے، اس لئے ایسے نازک موقعوں پر عورتوں سے کسی بھی قسم کا تعرض کئے بغیر خواہ طلاق کا سبب عورت ہی کیوں نہ ہو مردوں کو تاکید کی جا رہی ہے کہ وہ عورتوں کے ساتھ نرمی اور خوش اخلاقی کا مظاہر کرتے ہوئے رخصتی کے وقت انہیں اعزاز و اکرام کے ساتھ روانہ کریں اور ایک دوسرے کے ساتھ معافی و درگزر کا رویہ اپنائیں۔ جیسا کہ یہ تاکید خاص کرامت ۲۳ میں نظر آتی ہے، جس میں مرد اور عورت دونوں کو فراموشی کا اظہار کرنے پر ابھارا گیا تھا۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا نِسَاءً كُتِبَ عَلَيْهِنَّ وَلَا تَفْضِلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْنَهُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَتَّيَّنَ بَاجِئَةً مُبَيَّنَّةً ۚ وَمَا شَرَرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَمَا تَكْرِهُوهُنَّ أَفْضَلُ ۚ أَنْ تَكْرَهُوهُنَّ شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ۚ لَا إِلَا أَنْ تَقْرَأُوا فِيهَا مِثْرًا ۚ فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ۚ وَاتَّخِذُوا مِنْهُ بِحُسْنِ ظَنٍّ ۚ وَكَيْفَ تَأْخُذُوا مِنْهُ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ ۚ وَاتَّخِذُوا مِنْكُمْ مِثْرًا ۚ فَإِنَّكُمْ أَعْيُنًا ۚ﴾ (سورہ نساء)

ترجمہ :- اے ایمان والو! تمہارے یہ بات حلال نہیں ہے کہ تم زبردستی عورتوں کے مالک بن جاؤ اور انہیں صاف چھو، مال ان سے واپس لینے کی غرض سے انہیں روکے رکھو، ہاں اگر وہ کھلم کھلا کسی بد چلنی کار ارتکاب کر بیٹھیں۔ عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تمہیں (ان کی) کوئی ایک چیز پسند آئے مگر (مجموعی طور سے) اللہ نے بہت کچھ بھلائی بھھوڑ رکھی ہے۔ اور اگر تم ایک عورت کی جگہ دوسری کو بدلنا چاہو اور صورت یہ ہو کہ تم ان میں کسی ایک کو ایک انبار کا انبار مال دے چکے ہو۔ تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔ کیا تم بہتان لگا کر اور صریح گناہ کے مرتکب بن کر اسے واپس لو گے؟ (۲) تم اسے کس طرح واپس لے سکتے ہو، جب کہ تم باہم ایک دوسرے سے لطف اندوز ہو چکے ہو اور وہ عورتیں تم سے ہفتہ عہد لے چکی ہیں؟ (۲۱)

شرعی احکام و مسائل

۴۲۔ زبردستی عورتوں کا مالک بن جانا جائز نہیں۔

پہلی آیت میں تین قسم کے احکام دئے گئے ہیں۔ اور ان میں سے پہلا حکم ایک خاص قسم کے سماجی ظلم اور عورتوں کے ساتھ نا انصافی کو روکنا ہے چنانچہ زمانہ جاہلیت میں رواج تھا کہ جب کوئی شخص مر جاتا تو اس کا کوئی فریبی عزیز یا رشتہ دار آنا اور متوفی (مرے ہوئے شخص) کی بیوی یا اس کی لڑکی پر اپنا کپڑا ڈال دیتا اور اس فعل سے اس دور کے سماجی رواج کے مطابق اس کا حق ثابت ہو جاتا۔ اور اسے اختیار حاصل رہتا کہ وہ چاہے

تو اس عورت یا لڑکی سے بغیر مہر کے نکاح کیلے، یا اس کا نکاح اپنی مرضی سے کسی اور سے کر دے، یا مہر اس کو شادی سے پہلے روکے رکھے، تاکہ اس نے جو کچھ ترکہ پایا ہے اُسے زبردستی ہتھیاسکے۔ علیہ

۲۵۔ عورتوں کا مال زبردستی ہتھیانا جائز نہیں۔

عورت کے ساتھ سماجی ظلم کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کسی کے عقد میں کوئی بوڑھی عورت ہو، یا ایسی عورت جو اُسے ناپسند ہو، ورنہ دوسری شادی کرنا چاہتا ہو، مگر پہلی بیوی کے مالدار ہونے کی وجہ سے اس کو چھوڑنا بھی تو ارا نہ ہو۔ بلکہ وہ اسے محض اس وجہ سے روکے رکھتا چاہتا ہو کہ اس نے مرنے کے بعد یا تو وہ اس کا وارث بنے یا اس سے کوئی مولیٰ رقم لیکر اس کو خلع دیدے۔ تو ایسا کرنا بھی جائز نہیں ہے علیہ

۳۲۔ مہر اور تحفے واپس لینا ناجائز ہے۔

پہلی آیت (۱۹) سے دوسرا حکم یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی ناپسندیدہ عورت کو اس کے حقوق معطل کر کے اور اسے طلاق دے بغیر محض اس بنا پر روکے رکھنا کہ مرد نے عورت کو جو تحفے تحائف دئے تھے وہ یا اُن میں کا کچھ حصہ واپس لینے کا خواہشمند ہو تو یہ فعل شریعت کی نظر میں سخت ناپسندیدہ اور ناجائز ہے۔ لیکن اگر عورت کی طرف سے کوئی کھلی ہوئی بے حیائی

۱۔ ابو داؤد ۵۷۲/۳، تفسیر کنز الدقائق ۱۰، تفسیر قرطبی ۱۲/۵، تفسیر روح المعانی ۲۴۱/۲۔
۲۔ ماخوذ از تفسیر قرطبی و روح المعانی۔

بہت سارے حرکت کا اظہار ہو رہا ہو جس کی وجہ سے اس عورت کو طلاق
توینا ضروری ہو رہا ہو تو اس صورت میں اپنے لئے ہوتے مہر کا واپس لینا
جائز ہوگا۔ یعنی مہر واپس لے کر خلع کر لیا جائے۔

اس موقع پر "فَاحْشَةُ مُبَيِّنَةٍ" (کھلی ہوئی بے حیائی) کے
الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ اور مفسرین نے اس کے کئی معنی بیان کئے ہیں۔
۱۔ اس سے مراد زنا کاری ہے۔ ۲۔ اس سے مراد نافرمانی ہے۔ ۳۔ اس
سے مراد بدگوئی و بد اخلاقی اور شوہر کو تکلیف پہنچانا ہے۔ اور یہ سب
معنی مراد ہو سکتے ہیں۔ یعنی عورت جب اس قسم کی کوئی حرکت کر بیٹھے
تو پھر وہ رعایت کی مستحق نہیں رہتی۔

۲۷۔ کسی عورت میں کوئی خامی ہے تو کچھ خوبیاں بھی ہو سکتی ہیں۔

پہلی آیت سے تیسرا حکم یہ ثابت ہو رہا ہے اور مردوں کو عورتوں کے ساتھ اچھا
برتاؤ کرنے کی تلقین کی جا رہی ہے کہ اگر بالفرض عورت کی کوئی بات یا اس کا کوئی
فعل مرد کے لئے ناگوار اور مشافی گزر رہا ہو تو حسن معاشرت کا تقاضا یہ ہے
کہ مرد اسے جہاں تک ہو سکے برداشت کرے نہ کہ جھٹ خفا ہو کر طلاق داغ
دے رکھو لگے ایسا کرتا اگر پر قانونی طور پر جائز تو ہے مگر اخلاقی اعتبار سے
یہ ایک معیوب بات ہوگی۔ کیونکہ اس سے معاشرے میں ایک انتشار پیدا
ہوتا ہے۔ لہذا مرد کو ہر حالت میں تحمل بردباری اور دراندیشی کا مظاہرہ

۵۰۔ ماخوذ از فقیر مظہری ۴/۲ - ۵۰۔

۵۱۔ تفسیر قرطبی ۵/۹۵، تفسیر کبیر ۱/۱۱۱

ستمبر ۱۹۸۹ء

۳۵

برہان دہلی

کرنا چاہئے۔ اور اسے یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اگر کسی عورت میں کچھ خامیاں ہوں تو اس میں کچھ خوبیاں بھی ہو سکتی ہیں۔ اور اس اعتبار سے طلاق اور دوسری شادی مسئلہ کا حل نہیں ہے۔ کیونکہ پہنچتا ہے کہ دوسری بیوی میں وہ خوبیاں موجود نہ ہوں جو پہلی بیوی میں موجود ہیں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس صبر و تحمل کے باعث اللہ تعالیٰ نے ایسے مرد کے لئے انجام کار بہت سی بھلائیاں رکھ چھوڑی ہوں، مثلاً صالح اولاد وغیرہ، لہذا عورت کے کسی فعل سے ناراض ہو کر جلد بازی میں کوئی اقدام کر بیٹھنا شریعت کی نظر میں سخت ناپسندیدہ بات ہے۔

اس طرح یہ آیت کریمہ مقصد نکاح پر بھی بخوبی روشنی ڈال رہی ہے کہ نکاح دراصل مرد اور عورت کے درمیان ہمیشگی اور دوامی صحبت کے طور پر بنونا چاہئے اور اس راہ کی مشکلات کو صبر و استقامت کے ساتھ برداشت کرنا چاہئے۔ اور اس اعتبار سے یہ اسلامی معاشرت کی ایک بے نظیر اخلاقی تعلیم اور اس کا ایک بیش قیمت اصول ہے۔

(حباری)